Teaching Of Urdu Language through Literature:Theoretical Study

ادب کے ذریعے اردو زبان کی تدریس: نظری مطالعہ

Dr Umer Farooq Sial *[1]
Lecturer, Department Of Urdu, National University Of Modern Languages, Islamabad
Dr. Shazia Iram *[2]
Foreign Language Expert, Urdu Department of Asia And African Studies, Shein International Studies, Shein, China

ڈاکٹر عمر فاروق سیال ☆[1]
لیکچرار، شعبہ اردو ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
ڈاکٹر شازیہ ارم ☆[2]
فارن لینگویجز ایکسپرٹ اردو،شعبہ ایشین اینڈ افریقن سٹڈیز ، شی آن انٹر نیشنل سٹڈیز یونیورسٹی، شی آن، چین

Correspondance: umer.sial@yahoo.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 17-10-2025
Accepted:25-12-2025
Online:31-12-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: This paper examines how Urdu literature can be used to teach language, highlighting both theoretical ideas and practical approaches. It argues that language and literature are closely connected: literature not only teaches words and grammar but also reflects culture, emotions, and social values. While everyday conversation can be learned through ordinary practice, literature provides deeper understanding, showing learners how language is used in real-life situations and cultural contexts. The study reviews traditional teaching methods, such as reading texts with explanations, memorization, and imitation, and shows how these can work alongside modern approaches like the Communicative Method, Task-Based Learning, drama, creative writing, and multimodal learning. The paper emphasizes that selecting suitable literary texts according to

learners' age, knowledge, and cultural background is essential, especially for adults and foreign learners.

The paper concludes that teaching Urdu through literature is more than just a classroom activity. It is a process that develops language skills, creativity, critical thinking, emotional understanding, and cultural awareness. By combining thoughtful teaching, well-chosen texts, and modern resources, literature can make language learning meaningful, engaging, and connected to real-life experience

KEYWORDS:,Teaching, Urdu , Language, Skill, Text, Literature, Culture, Emotional.

زبان اور ادب کا تعلق بہت گہرا اور بنیادی ہے۔ ایک فرد کی گفتگو اس کی شخصیت کو پرکھنے اور اس کے متعلق رائے قائم کرنے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے لیکن ایک قوم کی زبان اور ادب اس کی تہذیبی شناخت کا وسیلہ ہوتی ہے۔ دراصل کسی بھی قوم کی نوعیتِ فکر، سماجی رویے، طرزِ احساس اور عمومی ثقافت کا مظہر اس کی زبان ہی ہوتی ہے۔ اس زبان کی روح، اس کی لطافت اور اس کی شائستگی کی ترجمانی اس کا ادب کرتا ہے۔ روزہ مرہ کی زبان سیکھنے کے لیے عام بول چال سے آشنائی بھی کافی ہو سکتی ہے لیکن ایک معیاری اور بامعنی سطح کی زبان کی تحصیل کے لیے اس کے ادب تک رسائی اور اسے گہرائی سے پڑھنا ناگزیر ہے۔ ادب کسی بھی زبان کی زندہ اور متحرک شکل ہوتی ہے اور ہر دور کا ادب اپنے زمانے، اس علاقے اور قوم کی ثقافتی پہچان، اس کی تاریخ، جذبات، طرز اظہار کی نفسیات سب پر واضح ہوتی ہے۔ چانچہ طالب علم زبان کے ساتھ ادب کا مطالعیہ کرتا ہے تو اس کا تخلیقی شعور بیدار ہوتا ہے جس وہ مذکورہ زبان کے علاقے کی جمالیات اور مزاج کو پرکھنے اور اور سمجھنے میں معاون ہوتا ہے۔ اس لیے جب طالب علم کوئی زبان سیکھ رہا ہوتا ہے تو اس کے لیے ادبی متون کا انتخاب نہ صرف دلچسپی پیدا کرتا ہے بلکہ وہ زبان بولنے والوں کی زندگی کے حقیقی جذبات سے بھی آشنا ہوتا ہے۔ ماہرین کے مطابق زبان کی تدریس میں ادب کے کردار کی اہمیت مسلم اور ثابت شدہ ہے۔ زبان و ادب کا باہمی تعلق تدریس میں ادب کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے وہیں اصل روح کے ساتھ اہل زبان کے قواعد و اسلوب کے مطابق زبان کی تحصیل کا بھی ضامن ہے۔ کسی بھی زبان کا ادب اس زبان کا معیاری اور مستند مواد بھی فراہم کرتا ہے۔

کسی بھی زبان کی تدریس ادب کے ذریعے کی جاتی ہے تو طلبا بالواسطہ طور پر کئی زاویوں سے سیکھتے ہیں اس حوالے سے نظیر صدیقی کا لکھتے ہیں۔

ادب دنیا کی ہر قوم کی تعلیم کا جزو رہا ہے۔۔۔۔۔۔سوال یہ ہے کہ ہم ادب کیوں پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور کیوں پڑھاتے ہیں۔۔۔۔۔

1۔ تدریس ادب کے ذریعے انسانی زندگی اور انسانی فطرت کو سمجھنے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

2۔ تدریس ادب کے ذریعے جمالیاتی ذوق کا نشوونما ہوتا ہے۔

3۔ تدیس ادب کے ذریعے اخلاقی اقدار کی تبلیغ و ترویج ہوتی ہے۔

4۔ تدریس ادب کے ذریعے ثقافتی ورثے کی ترسیل ہوتی ہے۔

5۔ تدریس ادب کے ذریعے زبان کی تدریس ہوتی ہے۔1

ادبی متون کی مدد سے زبان کی تدریس سے طالب علم طرزِ اظہار سے بہت جلد واقفیت حاصل کرلیتا ہے۔ وہ محاوروں، استعارات اور انسانی تجربات سے براہ راست مستفید ہوتا ہے۔ اس لیے اردو زبان کی تدریس میں بھی ادبی شاہ پاروں سے مدد لی جاتی ہے۔ ادب کے ذریعہ زبان سیکھتے ہوئے ایک طالب علم گویا ایک زندہ تجربے سے گزرتا ہے۔ ادبی شہ پارے تخیل، ذوق اور ابلاغ کی صلاحیت کو بیدار کرتے ہیں۔ زبان کی ابتدائی مباحث سے لے کر اسلوبیاتی سطح پر منفرد اور روایتی اظہار کے لیے ضروری ہے کہ زبان کو ادب کے ذریعے سکھایا جائے۔ اس حوالے سے مرزا خلیل بیگ کا خیال ہے کہ:

> زبان و ادب کے تہذیبی پہلوؤں پر بھی توجہ دی جانی چاہیے اور نصاب میں
> ایسے ادب پاروں کو شامل کیا جانا چاہیے جن سے ہدفی زبان (target
> Language) کی تہذیب منعکس ہوتی ہو۔(2)

جدید تعلمی تناظر میں جب تدریسی عمل میں استاد کے بجائے طلبا کو مرکزی اہمیت دی جارہی ہے، ادب کی تدریسی افادیت کو بڑھادیتا ہے کیوں کہ اس طریقہ تدریس سے سرگرمیوں کی مدد سے طلبا کو سکھانا آسان ہوجاتا ہے۔ کہ طالب علم زبان کے اسالیب، نئی تراکیب، محاورے، استعارے، علامتیں اسی ادب کے مطالعے سے دیکھتا ہے۔ جدید لسانیات اور تدریسی نفسیات میں ادب کو زبان سکھانے کے ایک متحرک وسیلے (Dynamic Medium) کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

مشرقی تدریسی روایت میں ادب کو زبان کی تعلیم کا مرکزی ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس ضمن میں تین نمایاں اصول تھے:

1۔ متن اور شرح کا طریقہ جس میں کلاسیکی عربی و فارسی متون کو پڑھا جاتا، پھر ان کی تشریح، لغت اور محاوروں پر بحث کی جاتی۔ اس سے زبان کی گہرائی اور دقیق فہم پیدا ہوتی تھی۔

2۔ حفظ و تکرار یعنی اشعار، اقوال اور نثری ٹکڑوں کو یاد کرایا جاتا تھا تاکہ زبان کی درست ساخت ذہن نشین ہو۔ یہ طریقہ آج بھی زبان کی نفسیاتی یادداشت کے لیے مؤثر ہے۔

3۔ استاد کی تقلید اور محفلِ سخن کا عمل جس میں زبان سیکھنے کے لیے استاد کے تلفظ، لہجے اور اسلوب کی تقلید کروائی جاتی تھی، جب کہ یہ مشاعروں اور ادبی محفلوں میں اپنی تخلیق سنانا خود اعتمادی اور اظہارِ جذبات کی تربیت دیتا تھا۔

یہ رجحانات آج کل مکمل صورت میں طریقہ تدریس میں شامل نہیں ہیں لیکن بنظر غائز دیکھا جائے تو مکمل طور پر ختم بھی نہیں ہوئے بلکہ بدلی ہوئی شکلوں میں ملتے ہیں۔ بلکہ جدید درس گاہوں میں یہ روایتی اصول آج بھی جدید انداز میں لاگو کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً قصہ گوئی کو پوڈکاسٹ کے طور پر پیش کرنا یا اشعار کو ریڈر تھیٹر میں پڑھوانا۔ یوں قدیم طریق تدریس جدید تدریسی عمل میں مدغم ہو سکتا ہے۔

زبان کی تدریس کے لیے جب نصاب تیار کیے جاتے ہی تو اس میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ مدارج کے اعتبار سے صوتیات، فونیمیات، صرفیات، نحویات اور معنیات تک تمام مباحث کو عملی اظہار اور عملی مشقوں کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔ گو بالکل ابتدا میں جب حروف، حروف کی آوازیں اعراب اور حروف علت سکھائے جاتے ہیں تو ادب کو بطور وسیلہ استعمال نہیں کیا جاتا لیکن جونہی سیکھنے کا یہ عمل حروف اور حرکات سے نکل کر لفظ کی بناوٹ میں داخل ہوتا ہے تو اس میں ادب کو بطور وسیلہ استعمال کرنے کی ضرورت و اہمیت بڑھتی جاتی ہے اور خاص طور پر جب الفاظ سے جملوں کی طرف سیکھنے کا یہ عمل سفر کرتا ہے تو ادب اور ادبی شہ پاروں کی ضرورت و اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ ادب یا نثری شعری اقتباس ایک وسیلہ ہے اور اصل مقصد زبان سیکھنا ہے۔ اس حوالے سے معین الدین لکھتے ہیں:

> نثر کے ہر سبق سے متعلق آخر میں تھوڑا بہت کام زبان کا دیا ہوتا ہے جو سوالات یا عملی کام کی شکل میں ہر سبق کے آخر میں موجود ہوتا ہے۔ ان میں الفاظ کے استعمال سے لے کر جملوں کی تکمیل تک کئی قسم کے کام تجویز کیے جاتے ہیں۔۔۔ اس طرح لسانی مہارتوں کے ساتھ تحریری مہارتوں کی بھی مشق کرائی جا سکتی ہے۔۔۔ عام طور پر درسی کتب میں ایسے سوالات دیئے ہوتے ہیں جن کا تعلق قواعد سے ہوتا ہے۔۔۔ پرائمری درجات میں چونکہ زبان کی تعلیم سے ادب کی تعلیم مقصود نہیں بلکہ محض زبان کی ساخت اور زبان کا استعمال سکھانا مقصود ہوتا ہے اس لیے تدریس نثر کے دوران زیادہ زور اسی بات پر دینا چاہیے کہ طلبا زبان کے عملی استعمال سے واقف ہو سکیں اور ان بنیادی مہارتوں کی تربیت حاصل کر سکیں جو زبان سیکھنے میں معاون ہوتی ہیں۔[3]

کیوں کہ زبان کی اظہاری صورت اور اس کے فہم کے لیے ضروری ہے کہ کوئی فن پارہ ہو جسے پیش کر کے طلبا کو سکھانے کا عمل جاری رکھا جا سکے، مفروضہ کام کے طور پر بھی ادبی اقتباس سے مدد لی جاتی ہے۔ اور جب طلبا ابتدا سطح سے

اوپر چلے جاتے ہیں تو وہاں ادبی فن پاروں کو بطور ذریعہ اور تدریسی وسائل استعمال کیا جاتا ہے۔ زبان کی جدید تعریف بھی اس تہذیب و ثقافت کے متعلق ہے جس معاشرے میں یہ زبان رائج ہے۔ سلیم فارانی لکھتے ہیں:

> جدید نظریہ زبان کو انسانی نشو نما، کردار یا طرز عمل کا ایک بڑا حصہ یا پہلو قرار دیتا ہے جس کے ذریعے انسانی شخصیت زندگی کے مختلف اور مسلسل تقاضوں، مسئلوں اور حالتوں میں کرتی ہے۔ یہ ارتقائی یا نشو نمائی نظریہ کہلاتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق زبان علامات و کلمات کے منطقی نظام سے بالاتر چیز ہے۔ یہ ایک ایسا آلہ ہے جو انسانی زندگی میں سے اہم کام سر انجام دیتا ہے۔ اسی کے ذریعے انسان اپنے مسلسل بدلتے ہوئے ماحول اور واقعات میں سلوک کرتا ہے، مختلف تقاضوں کے مطابق اظہار و اخذ کرتا اور نشو نمائی مدارج طے کرتا ہے۔(4)

گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر زبان مخصوص ثقافتی تہذیبی پس منظر رکھتی ہے اور اسی ثقافتی تسلسل کے لیے زبان سکھانے کے لیے ادب کو بطور وسیلہ اس لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی جماعتوں میں تدریس زبان کے ادبی اظہار کو بنیادی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے اور ان جماعتوں میں ادب کی تدریس کا مرحلہ شامل ہو جاتا ہے۔ ابتدائی جماعتوں میں اصناف کے تعارف کے بغیر مختلف کہانیوں، مضامین، نظموں، خاکوں اور ڈراموں کی مدد سے طلبا کو زبان دانی کے قواعد سکھائے جاتے ہیں۔ عملی سرگرمیوں کے لیے بھی ادب کو بطور وسیلہ استعمال کیا جاتا ہے۔

رسمی تعلیم کے ساتھ ساتھ غیر ملکی طلبا کو زبان سکھانے کے لیے بطور خاص ادبی شہ پاروں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ یہ بات یہاں واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ ادبی شہ پارے ان کی سابقہ معلومات، ذہنی فکری سطح، درجہ اور فہم کے مطابق منتخب کیے جاتے ہیں۔ غیر ملکی طلبا کے لیے یہ صورت کہیں زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے کیوں کہ ان کے سامنے اس سے پہلے ایک زبان کا علمی ادبی سرمایہ یا کچھ حصہ ان کی سابقہ معلومات کے طور پر محفوظ ہوتا ہے اور یوں وہ اس طریق تدریس سے عملی مشقوں اور سرگرمیوں کی مدد سے کہیں بہتر انداز سے سیکھ پاتے ہیں۔ چھوٹے بچوں اور بالغوں کو اردو سکھانے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کو تو شروع میں قاعدہ وغیرہ پڑھا کر حروف کی اشکال اور آوازیں سکھائی جاتی ہیں لیکن بالغوں کو یا غیر ملکی طلبا کے لیے یہ طریقہ کارگر نہیں ہوتا۔ ان کے لیے ہمیں کسے متن کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس حوالے سے سید محمد شاہ ولی یمینی لکھتے ہیں:

> بالغوں کی نفسیات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ بالغ بچوں سے کام کرنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ بعض بالغ تو اسی سائز کا قاعدہ بھی استعمال کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس لیے بالغوں کو پڑھانے کے لیے کوئی موزوں طریقہ سوچ سمجھ کر استعمال کرنا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے طریق

> بین و گو یا کہانی کا طریقہ زیادہ مفید رہے گا۔ ساتھ ساتھ حروف کا تعارف کرانا بھی ضروری ہے۔ جو حروف اسباق میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں وہ پہلے سکھا دیئے جائیں۔۔۔ کہانی ایسی انتخاب کی جائے جو بالغوں کے مذاق کے مطابق ہو اور ان کی روزانہ زندگی سے تعلق رکھتی ہو۔(5)

روایتی طریقہ تدریس میں جب طالب علم کو حروف اور ان کی آوازوں سے شناسائی ہو جاتی ہے تو مختلف متون جماعت میں اجتماعی طور پر پڑھائے جاتے ہیں۔ استاد ایک لفظ یا ٹکڑا صاف آواز میں پڑھتا ہے اور تمام طلبا مل کر اس کی تقلید کرتے ہیں۔ بعد ازاں انفرادی طور پر طلبا سے پڑھوایا جاتا ہے۔ پڑھنے کے اس عمل میں اسے ایک اقتباس کی ضرورت ہوتی ہے۔ پون صدی پہلے سید محمد شاہ ولی یمینی اس عمل کے بارے میں کہتے ہیں:

> جب ہم پڑھتے ہیں تو الفاظ کے نقش آنکھ کے پردہء بصارت پر اثر کرتے ہیں۔ پھر اس پردے سے اعصاب کے ذریعے دماغ کے مقام باصرہ میں تحریک ہوتی ہے۔ اس تحریک سے الفاظ کی شکلوں اور معانی میں باہم لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔ اس لگاؤ کی وجہ سے پیغام مرکز بصارت سے مرکز گفتار تک پہنچتے ہیں جس سے نطق، زبان اور لب سے تعلق رکھنے والے اعضا کو حرکت ہوتی ہے اور الفاظ یا فقرے بلند یا خاموش صورت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ سارا کام اس تیزی سے ہوتا ہے کہ لفظ پر نگاہ پڑنا اور اس کا منہ سے بولا جانا دونوں عمل ساتھ ساتھ ہوتے نظر آتے ہیں۔(6)

اس میں پڑھنے اور سیکھنے کے عمل کی وضاحت ہے۔ پڑھنے کے لیے طالب علم کی ذہنی سطح کے مطابق ادب پارے کا انتخاب کیا جاتا ہے اور الفاظ کی شکلوں اور معانی میں باہم لگاؤ بھی ادب کے اس متن میں اس لفظ کے سیاق وسباق کا بھی بڑا دخل ہے۔

اردو ادب کے ذریعے زبان کی تدریس طلبا کے ذوق وشوق کے لیے نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن اس کے لیے ایک باذوق استاذ کی موجودگی بھی لازم ٹھہرتی ہے جس کے قلب اور شعور میں ادب جاگزیں ہو۔ اگر ایسا استاذ موجود نہ ہو تو زبان کی تدریس کا عمل مذکورہ تکنیک اور طریقوں کے استعمال کے باوجود ایک زندہ، خوش گوار اور زندگی سے مربوط عمل نہیں بن سکتا۔ آج کی جدید درس گاہوں میں اردو زبان کو بذریعہ ادب سکھانے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ جدید دور میں درس گاہوں میں اردو زبان سکھانے کے مختلف طریقوں میں ادب کو بنیاد بنا کر تدریس کو موثر بنایا جا سکتا ہے، جیسا کہ اصلی تدریس، عملی مشقوں (پروجیکٹ بیس) پر مبنی تعلیم، اداکاری پر مشتمل سیکھنے کے طریقے، تخلیقی تحریر اور کثیر جہتی مواد کا استعمال وغیرہ شامل ہیں۔ ذیل میں ان طریقوں کے متعلق ضروری معلومات دی جا رہی ہیں تاہم جیسا کہ عرض کیا،

ایک باذوق، ذی شعور اور نئی نسل کی تربیت کے لیے فکر مند، باذوق اور محنتی استاذ ہی ان طریقوں سے صحیح معنوں میں استفادہ کر بھی سکتا ہے اور طلبا و طالبات کو پہنچا بھی سکتا ہے۔

تدریس کے جدید طریقوں میں ایک قدیم اصلی تدریس (Communicative Approach) ہے۔ اس طریقے میں ادب کو محض کوئی فن پارہ پڑھنے یا اشعار اور مشکل عبارتوں کی تشریح کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا جاتا بلکہ ادب کو گفتگو اور ابلاغ کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ اس میں مختلف طریقوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی افسانے کے کرداروں پر گفتگو یا مکالمہ کروایا جاتا ہے، کسی شعر کی تشریح پر مکالمہ کروایا جاتا ہے تاکہ طلبا کی استعداد بہتر ہو اور وہ زبان کو حقیقی حالات میں برتنے کے قابل ہو سکیں۔ تواصلی تدریس کے ساتھ ساتھ ایک طریقہ پروجیکٹ بیس لرننگ ہے یعنی عملی کام سے سیکھنا (Task-Based Learning) ہے۔ یہ تکنیک بھی تواصلی طریقے کے قریب ہے بس اس میں ادب کو کسی عملی کام سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی نظم کا خلاصہ لکھوانا، ڈرامے کے منظر کو اداکاری کی صورت میں پیش کرنا یا کہانی کے اختتام کو نئے انداز میں لکھوانا۔ یہ طریقہ ہمارے اسکولوں میں اب متعارف ہو چکا ہے اس طریقے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس سے زبان کا عملی استعمال سکھایا جاتا ہے۔ ہر دو طریقوں میں ادب اور ادبی فن پاروں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اپنی بات کو پیش کرنے کے لیے ایک مدرس کو طلبا کی ذہنی ساخت، سابقہ معلومات اور فکری سطح کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسے فن پاروں اور کسی ادبی صنف کے کسی حصے کی ضرورت پڑتی ہے جس کی مدد سے وہ زبان سکھاتا ہے۔ وہ اپنی بات پیش کرتا ہے تو اس کے لیے بطور مثال ادبی فن پارہ ہوتا ہے، وہ طلبا سے کوئی سرگرمی کرائے گا اور زبان دانی کے قواعد سکھائے گا تو انھیں کوئی ادبی فن پارہ مہیا کرے گا۔ وہ کسی ادبی اظہاریے کو پیش کر کے طلبا سے بطور سرگرمی اس جیسی تحریر پیش کرنے کا کہے گا تو گویا اس نے سکھائی تو زبان تھی لیکن اس کے لیے بطور وسیلہ اس نے ادب کو لیا۔

ان دونوں طریقوں کے علاوہ ایک اور تکنیک بھی ہے جس میں مذکورہ دونوں طریقوں کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسے آسان زبان میں آپ سیکھنے سکھانے کا مسلسل عمل (Teaching–Learning Cycle) کہہ سکتے ہیں۔ یہ طریقہ بتدریج سیکھنے پر مبنی ہے یعنی پہلے استاد نمونہ پیش کرتا ہے، پھر طلبا تجزیہ کرتے ہیں، اس کے بعد مشق کرتے ہیں اور آخر میں وہ خود کو اس قابل بناتے ہیں کہ کوشش کر کے اظہار کی سطح پر پہنچ سکیں اور سیکھی گئی شے کو اساتذہ کے سامنے دہرا سکیں۔ جدید نظریات کے مطابق اس میں سبق کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے، اس کے بعد تدریسی عمل کی باری آتی ہے، پھر سیکھنے کے عمل شروع ہوتا ہے اور آخر میں استاد اس کا جائزہ لے کر یہ طے کرتا ہے کہ حاصلات تعلم کو کس حد تک حاصل کیا جا سکا ہے۔ یوں تدریس اور تعلم کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس طریقے میں استاذ جج نہیں بنتا وہ ایک اچھا مشیر اور رہنما ہوتا ہے اور ایسا رہنما جو طلبا کو حوصلہ اور ہمت فراہم کرتا ہے۔ اس میں تدریس اور سیکھنے کے عمل کے لیے ادبی اظہار کی مثالیں اور نمونے ضروری ہیں تاکہ ان کے ذریعہ تدریس اور اس کے بعد تعلم کا سلسلہ جاری رہ سکے۔ عملی مشقوں اور سرگرمیوں کے لیے بھی ادبی تحاریر کی ضرورت پڑتی ہے۔

ایک اور تکنیک ڈرامائی تدریس اور رول پلے کی ہے۔ اس میں اداکاری کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی ادبی کرداروں کو اداکاری کے ذریعے طلبا کے سامنے پیش کرنا۔ یہ طریقہ تلفظ، لہجہ، مکالمہ نگاری اور جذباتی اظہار کے لیے انتہائی مؤثر ہے۔ اس میں بھی کسی ڈرامے یا مکالمے کے حصے کو طلبا جماعت میں پیش کرتے ہیں۔ یوں زبان دانی کے اظہار میں زبان کے قواعد، اسلوب کے ساتھ بولنے کی صلاحیت کو بہتر بنانے کے لیے ادبی شہ پارے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ان طریقوں کے علاوہ ایک قدیم تکنیک تخلیقی تحریر کی ہے۔ تخلیقی تحریر نقل کا نام نہیں۔ اس میں طلبا کو کسی نظم یا کہانی کے اسلوب پر خود تخلیق کرنے کا کام دیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ زبان کے ساتھ فنی ربط پیدا کرتا ہے۔ اس کے مختلف طریقے ہوسکتے ہیں۔ ایک معروف طریقہ یہ ہے میر یا اقبال کے اختیار کردہ کسی منتخب موضوع پر طالب علم کو اپنے خیالات و احساسات تحریر کرنے کا کہا جاتا ہے۔ یوں اس میں بھی ادب کو بنیادی وسیلے کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے مقابلے میں نسبتاً جدید انداز کثیر جہتی تعلم (Multimodal Learning) ہے۔ اس میں ادب کو صرف تحریری نہیں بلکہ صوتی، بصری اور عملی تجربوں کے ذریعے سکھایا جاتا ہے۔ مثلاً کسی نظم کی ویڈیو، آڈیو بکس یا پوڈکاسٹ سنوانا، یا افسانے کی کہانی کو مختصر فلم میں ڈھالنا۔

یہ تمام حکمت عملیاں اس اصول پر مبنی ہیں کہ زبان کو سکھانے کے لیے ادب ایک ایسا پل ہے جو گرامر، ابلاغ، ثقافت اور تخلیقی سوچ کو یکجا کر دیتا ہے۔ ادب کے تدریسی استعمال سے متعلق جدید نظریات کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جدید زبان دانی اور تعلیمی نظریات کے مطابق ادب صرف فن پارہ نہیں بلکہ ایک مستند لسانی و ثقافتی سرمایہ ہے لہٰذا اس سرمائے کے ذریعے طلبا کی تخلیقی، تحقیقی اور ذہنی صلاحیتوں کو نشو و نما فراہم کی جاسکتی ہے۔ اس نظریے کے تحت چند بنیادی رجحانات نمایاں ہیں۔ ان میں سے ایک تو ادب کو بطور لسانی ذخیرہ استعمال میں لانا ہے۔ کیوں کہ ادبی متن روزمرہ زبان، محاورات، استعاروں اور ثقافتی علامات کا ایک وسیع خزانہ ہے۔ اس کے مطالعے سے زبان کے فطری بہاؤ اور لطافت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ اس حوالے سے نظیر صدیقی لکھتے ہیں۔

> ادب وسلیہ اظہار زبان ہے۔ زبان کا تعلق الفاظ محاورات، امثال، علم بیان و علم بدیع ان تمام چیزوں سے ہے، زبان کا تعلق علم لغت، اور قواعد سے بھی ہے۔ جب ایک طالب علم ادب پڑھتا ہے یا یہ کہ جب طلبہ کی کسی جماعت کو ادب کی تعلیم دی جاتہ ہے تو بالواسطہ الفاظ، محاورات اوور امثال کے صحیح استعمال کی تعلیم دی جاتی ہے۔(7)

دوسرا یہ کہ ادب ثقافتی فہم اور بین الثقافتی ابلاغ کا ذریعہ بنتا ہے۔ ادب کے مطالعے سے طلبا اردو تہذیب، رسم و رواج اور معاشرتی اقدار سے واقف ہوتے ہیں۔ اس سے وہ مؤثر ابلاغ کے ساتھ ساتھ مختلف ثقافتوں کا احترام اور تفہیم سیکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ تنقیدی خواندگی (Critical Literacy) بھی ایک اہم رجحان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نظریہ طلبا کو صرف معنی سمجھنے کے بجائے متن میں چھپے نظریات، تعصبات اور مصنف کے زاویہ نظر کو جانچنے کی

تربیت دیتا ہے۔ یوں ادب شعورِ فکر کو بیدار کرتا ہے۔ نظریات اور تعصبات کی جانچ کے ساتھ ساتھ جذباتی خواندگی (Emotional Literacy) بھی اہمیت رکھتی ہے۔ اس نظریے کے مطابق شاعری اور افسانے انسانی جذبات، ہمدردی اور اخلاقی اقدار کی تربیت کرتے ہیں۔ اس سے زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ شخصیت کی تکمیل بھی ہوتی ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ڈیجیٹل اور کثیر جہتی خواندگی کا نظریہ بھی اہم ہے۔ جدید دور میں آڈیو بکس، ویڈیوز اور آن لائن مباحث ادب کے تدریسی دائرے کو وسعت دیتے ہیں۔ اس سے زبان کی مشق دلچسپ اور عملی بن جاتی ہے۔ ان نظریات کے مطابق ادب زبان سیکھنے کا صرف ذریعہ نہیں بلکہ زبان کے اندرونی نظام، ثقافت اور انسانی رویوں کو سمجھنے کا ایک زندہ تجربہ ہے۔ یہاں یہ بات تو قابل وضاحت ہے کہ ہمارے ہاں ابتدائی جماعتوں (آٹھویں جماعت تک) قومی نصاب میں زبان سکھانا بنیادی مقصد ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قومی نصاب میں وضاحت کے ساتھ یہ درج ہے کہ زبان سکھانے کے ساتھ ساتھ معاشرت، اخلاقیات، زندگی کی بنیادی مہارتیں بھی سکھائی جائیں اور زبان سکھانے کے لیے پیش کیے لیے ادبی متن کو ثقافتی روایت سے آہنگ بھی کیا جائے تاکہ طلبا زندگی کی مہارتیں سیکھیں اور اپنی معاشرتی، تہذیبی ثقافتی روایات سے بھی جڑے رہیں۔

یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ ایک ماہر فن اور باذوق استاذ کبھی ایک ہی طریقے پر اکتفا نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ طلبا کی عمر، صلاحیت اور مزاجوں کے فرق کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ مختلف طبقات کے لیے ادب بطور تدریسی ذریعہ متنوع انداز میں اختیار کرتا ہے۔ چھوٹے بچوں کے لیے ادب کو تصویری کہانیوں، نظمیہ گیتوں، اور کھیلوں کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ مبتدی کے لیے زبان سیکھنا ایک فطری اور خوشگوار تجربہ بن جائے۔ ابتدائی درجات کے طلبا کے لیے ادبی زبان کے پیچیدہ پہلوؤں کو آسان بنایا جاتا ہے یا ایسی ایسے ادبی اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جن میں ادب کا سادہ اظہار ہو۔ جیسے کلاسیکی نظموں کے سادہ شدہ ورژن، یا غزل کے اشعار کو نثر میں بیان کرنا۔ گرامر کو ادب کے اندر سے سکھایا جاتا ہے تاکہ زبان کے قواعد اور اصول مثالوں کی مدد سے زیادہ واضح طریقے سے سمجھ میں آئیں۔ غیر ملکی طلبا کے لیے انھی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ادب کو تدریجی مراحل میں پڑھایا جائے۔ اس حوالے سے نصیر احمد خان کا خیال ہے کہ

> ------ان مقاصد کی روشنی میں ہمیں اردو کی تعلیم و تدریس کے الگ الگ نصاب تیار کرنا ہوں گے۔ زبان سکھانے کے جدید سائنٹی فک طریق کاروں کو حسب ضرورت الگ الگ استعمال کرنا ہو گا۔ تلفظ، قواعد، لفظ و معنی اور سلوب کو لے کر ایسی مشقیں تیار کرنی ہوں گی جن کی مدد سے طالب علم زبان کی ساخت و اسلوب سے متعلق اپنی دور کر سکیں۔(8)

ابتدا میں سادہ، موجودہ دور کی کہانیاں یا بچوں کے ادب سے مدد لی جاتی ہے۔ بعد میں کلاسیکی متون کی مدد سے زبان کے ادبی اظہار کو بیان کیا جاتا ہے اور سکھایا جاتا ہے۔ تدریس کو موثر بنانے کے لیے متن کے ساتھ تاریخی و ثقافتی پس منظر فراہم کیا

جاتا ہے اور مشکل الفاظ کو آسان اردو یا ان کی مادری زبان میں واضح کیا جاتا ہے۔ اس طرح ادب نہ صرف زبان سکھانے کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ ثقافت سے جڑنے کے لیے پل بھی فراہم کرتا ہے۔

یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ادب کو زبان کی تدریس میں استعمال کرتے وقت مختلف طبقات کو متعدد مشکلات درپیش آتی ہیں۔ ایسے میں بعض اساتذہ کا ضبط جواب دے جاتا ہے اور وہ ہمت ہار جاتے ہیں۔ ایسے اساتذہ کو سب سے پہلے اپنی مشکل کا تعین کرنا چاہیے کہ مسئلہ ہے کیا؟ تاکہ اس کا حل نکالنے میں آسانی ہو۔ ایک مشکل تو تجریدی یا پیچیدہ مواد ہے جس کی مثال کلاسیکی شاعری یا فلسفیانہ تحریریں ہیں۔ یہ عام طور پر بچوں کے لیے مشکل ہوتی ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ سادہ اور تصویری ادب کا استعمال کیا جائے اور نظمیہ کہانیوں کے ساتھ حرکات یا گیت شامل کر لیے جائیں تاکہ طلبا الفاظ کا فہم حاصل کر سکیں۔ ایک اور مشکل ادبی اور عمومی زبان میں فرق ہے۔ محاورات طلبا کے لیے اجنبی ہو سکتے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ ہر محاورے یا استعارے کو روزمرہ مثال کے ساتھ واضح کیا جائے۔ اسی طرح تلفظ اور رسم الخط کی دشواری بھی طلبا اور اساتذہ کے لیے ایک مسئلہ ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو کے مخصوص حروف (ق، خ، غ) اور نستعلیق خط غیر ملکیوں کے لیے پیچیدہ ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ نقلِ حرفی (Roman Transliteration) اور صوتی رہنمائی کے ساتھ جدید کمپیوٹر فونٹس استعمال کیے جائیں۔ عموماً یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ثقافتی بیگانگی بھی بوریت کا سبب بن جاتی ہے کیوں کہ متن میں موجود مذہبی یا سماجی اشارے غیر ملکی طلبا کے لیے اجنبی ہوتے ہیں۔ اس کا آسان حل یہ ہے کہ مطالعے سے پہلے پس منظر کی معلومات اور بین الثقافتی موازنہ فراہم کیا جائے۔ فی الواقع ان تمام مسائل کا بنیادی حل یہی ہے کہ ادبی متون کو طلبا یا مبتدی کی ذہنی فکری سطح کے مطابق ترتیب دیا جائے، مواد میں بصری و صوتی امداد شامل ہو اور طلبا کو سرگرمیوں میں استاد بطور رہنما اور نگران فعال کردار ادا کرے۔

مختلف جامعات میں اور تعلیمی اداروں میں ادب کے ذریعے زبان سیکھنے کے کامیاب تجربات کو نوٹ کیا گیا ہے۔ کئی کامیاب تدریسی ماڈلز ادب کے استعمال کی مؤثریت ثابت کرتے ہیں۔ ایک مشہور حل ریڈر تھیٹر ہے جس میں طلبا کسی کہانی کو زبانی پڑھ کر کرداروں میں ڈھل جاتے ہیں۔ اس سے تلفظ، جذباتی اظہار اور روانی میں بہتری آتی ہے۔ اس کے علاوہ وسیع مطالعہ کے کلب قائم ہیں۔ ان میں طلبا اپنی سطح کے مطابق آسان ادب کا مطالعہ کرتے ہیں اور مباحثے میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ مطالعے کا شوق اور ذخیرہ الفاظ دونوں بڑھاتا ہے۔ کچھ اداروں میں تخلیقی دوبارہ نویسی کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں طلبا کسی کہانی کا اختتام یا کردار بدل کر دوبارہ لکھتے ہیں۔ اس سے تحریری ساخت، ربط اور فکری گہرائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ طریقہ بچوں کے رسائل میں بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ اچھے تعلیمی اداروں میں منصوبہ جاتی تعلیم کا طریقہ بھی دیکھا جا سکتا ہے جس میں طلبا کسی ادبی متن کو بنیاد بنا کر ریڈیو شو، پوڈکاسٹ یا آن لائن میگزین تیار کرتے ہیں جس میں زبان کی تمام مہارتوں کا عملی استعمال ہوتا ہے۔ قابل اور محنتی اساتذہ شعری پیشکش کا طریقہ بھی اختیار کرتے ہیں جس میں اشعار کو درست آہنگ کے ساتھ زبانی پڑھوایا جاتا ہے۔ یہ عمل تلفظ، وزن اور لسانی موسیقیت کو نکھارتا ہے۔ بہت سے اساتذہ اپنے طلبا سے ڈائری لکھواتے ہیں۔ اس ڈائری میں طلبا دن بھر کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اپنے مطالعے پر

تبصرے اور تاثرات بھی لکھتے ہیں۔ اس سے فکری خود آگاہی اور تحریری اظہار دونوں میں ترقی ہوتی ہے۔ یہ تمام طریقے اس بات کا ثبوت ہیں کہ ادب زبان سکھانے کا ایک متحرک پلیٹ فارم ہے جو سیکھنے کے عمل کو علمی سے زیادہ جذباتی اور تخلیقی بنا دیتا ہے۔

زبان سکھانے میں کامیابی اس وقت ممکن ہے جب روایتی دانش اور جدید اصول ایک دوسرے میں مدغم ہوں۔ قدیم تعلیم میں سننے، دہرانے اور تقلید کے اصولوں کو بنیادی اہمیت حاصل تھی جب کہ جدید تعلیم میں سرگرمی، تجزیہ اور تخلیق پر زور دیا جاتا ہے۔ اگر دونوں کو یکجا کر دیا جائے تو زبان سیکھنے کا عمل متوازن اور مؤثر ہو جاتا ہے۔ گویا قدیم طریقوں کو نئی صورتیں دی جا سکتی ہیں۔ جیسے قصہ گوئی کے قدیم طریقہ تدریس کے مقابلے میں جدید پوڈکاسٹ اور کہانی سنانے کے مقابلے، شعروں کو یاد کرنے کے قدیم طریقے کو ریڈر تھیٹر اور تقریری تربیت کی صورت میں پیش کر دیا جائے۔ محفل سخن کے مقابلے میں آج کلاس روم مباحثے اور ڈرامہ کلب کا رجحان فروغ پا سکتا ہے۔ خطاطی اور تحریری مشقوں کو اردو ٹائپنگ اور آن لائن تحریری مشقوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ یوں اردو زبان کی تدریس ایک ہمہ جہت تجربہ بن سکتی ہے، جس میں روایت کا ذوق اور جدت کی تازگی دونوں شامل ہوں سکتے ہیں۔ نصیر احمد خان کا خیال ہے کہ

> ایک حد تک یہ بات بھی صحیح ہے کہ جہاں نصاب اور لغت کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ وہاں بصری وسائل سے زبان سکھانے میں مدد لی جا سکتی ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ نقشے، تصاویر، چارٹس، سلائڈس، کیسٹیں اور وڈیو فلم وغیرہ کو استعمال میں لایا جائے اس طرح ہم تلفظ، لہجہ، الفاظ کت معانی و مطالب، اسلوب، بات کرنے میں چہرے کے اتار چڑھاؤ اور بول چال کو زبان کی فطری عادتوں اور دوسری نزاکتوں کو بخوبی سیکھنے والے تک پہنچا سکتے ہیں۔(9)

اردو ادب کے ذریعے زبان کی تدریس محض تعلیمی سرگرمی نہیں بلکہ ایک تہذیبی و فکری عمل بھی ہے۔ ادب کے ذریعے طلبا کو صرف الفاظ یا جملوں کی ساخت کا ہی علم نہیں ہوتا بلکہ انہیں سوچنے، محسوس کرنے اور اظہار کرنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ جب طلبا ادب کے کرداروں، مکالموں اور مناظر سے گزرتے ہیں تو وہ زبان کے ساتھ ثقافت، تاریخ، جذبات اور اقدار کو بھی جذب کرتے ہیں۔ تاہم ضروری ہے کہ تدریسی مواد کو طلبا کی سطح اور دلچسپی کے مطابق ترتیب دیا جائے، انتخاب میں قدیم اور جدید ادب کے متون کو نمائندگی دی جائے، ٹیکنالوجی یعنی سمعی و بصری ذرائع کو استعمال کیا جائے اور ان کی مدد سے سرگرمیوں کو دلچسپ اور مؤثر بنایا جائے، اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت پر توجہ دی جائے اور زبان کو ایک زندہ تجربے کے طور پر پیش کیا جائے تاکہ ادب زبان سکھانے کا محض ذریعہ نہیں بلکہ ایک ایسا جمالیاتی اور فکری سفر بن جائے جو طلبا کو زبان کے ساتھ ساتھ زندگی کی معنویت سے بھی روشناس کرائے۔

اردو زبان کی تدریس میں ادب کا کردار نہایت اہم اور جامع ہے۔ ادب محض زبان کے الفاظ، جملوں یا گرامر کی ساخت سکھانے کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ طلبا کی فکری، تخلیقی، جذباتی اور ثقافتی نشوونما کا ایک مؤثر وسیلہ ہے۔ ادب کے مطالعے اور اس کے عملی استعمال سے طلبا زبان کے قواعد، طرزِ اظہار، محاورات، استعارات اور مختلف لسانی وسائل کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اپنی تخلیقی اور تحقیقی صلاحیتوں کو بھی فروغ دیتے ہیں۔ تاریخی تدریسی اصول جیسے تقلید، مشاعرے اور یاد دہانی کے طریقے آج بھی جدید تدریسی طریقوں جیسے پروجیکٹ بیسڈ لرننگ، ڈرامائی تدریس، رول پلے، تخلیقی تحریر اور کثیر جہتی تعلم کے ساتھ یکجا کیے جا سکتے ہیں۔ اس امتزاج سے زبان سیکھنے کا عمل نہ صرف مؤثر بلکہ دلچسپ، عملی اور زندگی سے مربوط ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں، ادب طلبا کو ثقافتی اقدار، معاشرتی روایات اور بین الثقافتی تفہیم سے روشناس کراتا ہے، جس سے وہ زبان کے استعمال کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور جذباتی شعور بھی حاصل کرتے ہیں۔ یوں ادب نہ صرف زبان سیکھنے کا ذریعہ ہے بلکہ ایک ایسے پُل کی شکل اختیار کرتا ہے جو زبان، ثقافت، جذبات اور تخلیقی صلاحیتوں کو یکجا کرتا ہے اور طلبا کو ایک متوازن، باذوق اور فکری طور پر مستعد فرد بننے میں مدد دیتا ہے۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو ادب کے ذریعے زبان کی تدریس محض تعلیمی سرگرمی نہیں بلکہ ایک تہذیبی، فکری اور تخلیقی عمل ہے۔ ادب زبان، ثقافت، جذبات اور فکر کو یکجا کر کے زبان آموزی کو ایک زندہ تجربہ بنا دیتا ہے۔ اگر تدریسی مواد کا انتخاب دانش مندی سے کیا جائے، جدید ٹیکنالوجی کو بروئے کار لایا جائے اور اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت پر توجہ دی جائے تو ادب زبان سکھانے کا ایک مؤثر اور بامعنی ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ نظیر صدیقی، اردو ادب کے تدریسی دریچے، مرتب، رضی حیدر، ڈاکٹر، مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ، دہلی، 2009، ص 28

2۔ خلیل احمد بیگ، مرزا، لسانی مسائل اور مباحث، ایجوکیشنل، پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 2016، ص 256

3۔ معین الدین، ہم اردو کیسے پڑھائیں، لاہور بک سٹی، لاہور، ستمبر 2021ء، ص 119

4۔ ڈاکٹر سلیم فارانی، اردو زبان اور اس کی تعلیم، پاکستان بک سٹور، لاہور، بار دوم 1962ء، ص 6

5۔ سید محمد شاہ ولی یمینی، طریقہ تعلیم اردو، شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور، بار ششم 1953ء، ص 86

6۔ ایضاً، ص 45

7۔ نظیر صدیقی اردو ادب کے تدریسی دریچے، ص، 34

8۔ نصیر احمد خان، اردو لسانیات، اردو محل پبلیکیشن، نئی دہلی، 1990، ص 198

9۔ ایضاً ص 199

References:

1. Nazeer Siddiqui, Urdu Adab ke Tadreesi Dareechay, murattib: Dr. Razi Haider**,** Dehli: Maktaba Jamia Nai Dehli Limited, 2009, p. 28.
2. Khalil Ahmad Baig, Mirza, Lisani Masail aur Mabahis, Dehli: Educational Publishing House, 2016, p. 256.
3. Moeen-ud-Din, Hum Urdu Kaise Parhain, Lahore: Book City, September 2021, p. 119.
4. Dr. Saleem Farani, Urdu Zaban aur Is ki Taleem, Lahore: Pakistan Book Store, 2nd ed., 1962, p. 6.
5. Syed Muhammad Shah Wali Yamini, Tareeqa-e-Taleem-e-Urdu, Lahore: Sheikh Muhammad Ashraf Tajir-e-Kutub, 6th ed., 1953, p. 86.
6. Ibid, p. 45.
7. Nazeer Siddiqui, Urdu Adab ke Tadreesi Dareechay, p. 34.
8. Naseer Ahmad Khan, Urdu Lisaniyat, Nai Dehli: Urdu Mahal Publication, 1990, p. 198.
9. Ibid, p. 199.